محبت کی زندگی

خرم مرادؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

جناب خرم جاہ مراد بیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر کے مایۂ ناز و ممتاز داعی و مبلّغ تھے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی دعوتِ دین اور تعارفِ اسلام کے لیے وقف کردی تھی۔ وہ عام معنوں میں کوئی عالمِ دین یا مفسّر قرآن تو نہیں تھے، لیکن کثرتِ مطالعہ اور اقامتِ دین کی تحریک سے خصوصی شغف نے انھیں علم و فضل کی عظیم بلندیوں پر فائز کردیا تھا۔ اللہ نے ان کی زبان و قلم میں غیر معمولی قوّت و تاثیر رکھی تھی۔ وہ جب اور جس موضوع پر بولتے یا

لکھتے تھے، اپنی تمام تر ذہنی وفکری توانائیاں نچوڑ دیتے تھے۔ ان کے دروس وخطابات سن کر ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا احساس ہوتا تھا۔

زیر نظر کتابچہ ''محبت کی زندگی'' جناب خرم مرادؒ کی ایک تقریر ہے، جسے کیسٹ کی مدد سے مرتّب کر کے کتابچے کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتابچے میں جناب خرم مراد نے محبت کے مفہوم اور اس کی وسعت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ یہی محبت جب انسان کو اللہ اور اس کے رسول سے ہو جاتی ہے تو اس کے لیے دنیا کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی کا یہ کتابچہ اللہ اور بندے کے درمیان محبت وشیفتگی کا وسیلہ ثابت ہوگا۔

ناشر

۵

محبت کی زندگی

محبت کا لفظ خود اپنے اندر بڑی مٹھاس، کشش، کیف، لذّت اور مزہ رکھتا ہے۔ کسی کے بھی تعلق کے ساتھ یہ لفظ بولا جائے تو دل میں زندگی کی ایک رو دوڑ جاتی ہے۔ یہ کوئی انوکھی اور اجنبی چیز نہیں ہے۔ ہم سب خوب جانتے ہیں کہ محبت کیا چیز ہوتی ہے اور محبت کا مزہ اگر دل کو لگ جائے اور دل میں اتر جائے تو یہ کیا کرشمہ دکھاتی ہے۔ عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ وہ مقام ہے، جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو ایمان کی نشانی، ایمان کی شرط اور ایمان کی روح

ہے۔ ایمان کا راستہ ہی عشق و محبت کا راستہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ (البقرہ: ۱۶۵) ''ایمان رکھنے والے اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب رکھتے ہیں۔'' جو بھی ایمان لائیں گے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کریں گے۔ اس کے دین پر عمل کریں گے، اُس کے دین کو قائم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان فرمایا ہے کہ جو اس کی راہ پر آجائے، اس کی راہ پر چل پڑے اور اپنے آپ کو اس کے دین کے لیے لگادے تو وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ دیکھیے یہ آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ (المائدہ: ۵۴) ''اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔''

یہ محبت تو ایمان کی روح اور ایمان کی جان ہے۔ اِس کے بغیر ایمان چند الفاظ کا مجموعہ ہے، جو زبان سے ادا ہو جائے، ایک،

لباس ہے جس کو آدمی وضع قطع اور چال ڈھال کے مختلف طریقوں سے اپنے اوپر اوڑھ لے۔ لیکن اصل ایمان تو وہ ہے جو دل کو بھی لذّت بخشے اور جس کے پیچھے چلنے میں بھی مزہ آئے۔ اسی لیے نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا: جن چیزوں سے ایمان کی مٹھاس حاصل ہوتی ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اِن یکون اللّٰہ والرسول احب الیہ ممن سواء علیھم، "اللہ اور اس کے رسولؐ ہر چیز سے زیادہ پیارے اور محبوب ہو جائیں۔" جب یہ کیفیت ہوتی ہے تبھی ایمان دل میں اترتا ہے، ایمان کا مزہ ملتا ہے اور ایمان میں لذّت آتی ہے۔

ایمان کے مطالبے آدمی دل کے تقاضے سے پورے کرتا ہے۔ محبت کی راہ میں کسی کو دھکا نہیں دینا پڑتا ہے کہ جاؤ محبوب کے کوچے میں جاؤ، اس کی گلی میں جاؤ، اس کے دروازے پر جاؤ۔

سبق کسی کو پڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ محبت خود ہی استادوں میں سب سے بڑی استاد ہے، سکھانے والوں میں سب سے بڑی سکھانے والی اور قوتوں میں سب سے بڑی قوت ہے۔ یہ انسانوں ہی کے نہیں جمادات اور نباتات کے بھی دل فتح کر لیتی ہے۔ کسی پودے کو آپ پیار دے کر دیکھیے، پانی دیجیے، خبر گیری کیجیے وہ لہلہا اٹھتا ہے اور رنگ برنگ کے پھول آپ کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ جس کو بھی آپ محبت دیں گے وہ مفتوح ہو کر وہ آپ کا غلام بن جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اللہ کے واسطے سے اور بہت ساروں کی محبت، یعنی اس کے رسولؐ کی، اس کی کتاب کی، اُس کے دین کی، اُس کی امت کی اور اس کی راہ میں ساتھ چلنے والوں کی۔ یہی محبت کی زندگی ہے۔ اِس کی کمی اُن سارے مسائل کی جڑ ہے، جو ہمیں درپیش ہیں۔ جتنی یہ محبت پیدا

ہوتی جائے گی، دل میں اترتی جائے گی اور جتنی رچتی بستی جائے گی اتنا ہی مسائل کا جنگل صاف ہوتا چلا جائے گا۔ یہ محبت مصنوعی ذرائع سے پیدا نہیں کی جاسکتی۔ یہ اس طرح کی طبعی چیز بھی نہیں ہے، جس طرح باپ کو بیٹے سے ہو جاتی ہے، ایک مرد کو عورت سے ہو جاتی ہے یا آدمی کو کسی حسین چیز سے ہو جاتی ہے۔ لیکن حسن، جمال اور کمال اگر سب سے بڑھ کر کسی کے پاس ہے تو وہ کردگار عالم ہے، اُسی کے حُسن کا ایک جلوہ ہے، جو کائنات میں ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ جدھر بھی دیکھیں گے اس کا حسن بکھرا ہوا ہے، پہاڑوں، درختوں، پھولوں اور پرندوں میں، ہر جگہ اُس کا حسن جلوہ گر ہے۔ یہی حسن ازلی اور ابدی ہے۔

حسن سے ہی احسان نکلا ہے۔ احسان کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر ذی نفس کا ہر سانس جو اندر جاتا ہے وہ بھی اُس کا احسان ہے

اور جو باہر آتا ہے وہ بھی اس کا احسان ہے۔ ہر لقمہ جو آدمی اپنے ہاتھ سے منہ میں رکھ رہا ہے، یہ اسی کی توفیق و عنایت ہے۔ انسان خود نہیں رکھتا۔ پانی کا ہر گھونٹ جو آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے اٹھا کر پیا ہے وہی پلاتا ہے وَالَّذِىْ هُوَ يُطْعِمُنِىْ وَيَسْقِيْنِ ۝ (الشعراء:۷۹) "وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔" آدمی دوا کھا کر سمجھتا ہے کہ میں تو ٹھیک ہو گیا، ڈاکٹر نے بڑی اچھی دوا دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ (الشعراء:۸۰) "جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا بخشتا ہے۔" کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اس کے بغیر مل سکے۔ اگر مل سکتی تو دینے والا خود خدا بن جاتا اور جو خدا سے بے نیاز ہو کر دے سکتا وہ تو خود خدا ہوتا۔ کائنات میں دو خدا تو نہیں ہیں، ایک ہی خدا ہے۔ دینے والا بھی ایک ہی خدا ہے، کوئی اور نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا۔

محبت میں یہ تقاضا نہیں ہے کہ صرف اُسی سے محبت ہو، بلکہ یہ تقاضا ہے کہ سب سے بڑھ کر اس سے محبت ہو۔ اس نے اور بھی محبتیں رکھی ہیں، اور بھی چیزوں کو محبوب بنایا ہے۔ مال کی محبت، عزیز و اقربا کی محبت، دنیا میں اپنے لیے عزو جاہ کی محبت، یہ سب اُسی نے رکھی ہیں۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ (آل عمران:۱۴) ''لوگوں کے لیے مرغوبات نفس ـــــ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں ـــــ بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں۔'' بہت ساری چیزیں ہیں جن کی محبت رکھ دی گئی۔ لیکن فرمایا کہ سب سے بڑھ کر محبت تو اسی کے لیے ہونی چاہیے۔ جب اس کی محبت

کا تقاضا آجائے تو وہ سب پر غالب ہونا چاہیے۔ اس میں پھر کوئی اشتباہ کی گنجایش نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لیے قرآن مجید میں تو نہیں، لیکن سابقہ صحف سماوی میں اللہ تعالیٰ جب اپنی محبوب امت سے بات کرتا ہے تو جو استعارے اور تشبیہات استعمال کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اے میری محبوب امت! تو بدکار عورت کی طرح جگہ جگہ جا کر آشنائیاں کیوں کرتی ہے؟ یہود و نصاریٰ سے اللہ تعالیٰ جب خطاب کرتا ہے تو کہتا ہے کہ بدکار عورت کی طرح جگہ جگہ آشنائیاں کیوں کرتے پھرتے ہو؟ در در پہ جا کر سر کیوں جھکاتے ہو؟ میرے ہو جاؤ تو میں تمہارا ہوں۔ جب میں تمھارا ہوں تو دنیا میں تمھیں اور کس چیز کی ضرورت ہے؟ کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اس کا کام کرنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں تو کتنا ہی ہم سر ماریں، کوشش

کرلیں، اسی کے بن جانے اور اُسی کی محبت میں غرق ہوئے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرمایا ہے کہ اگر تم نہیں تو پھر دوسری قوم لاؤں گا اور سب سے بڑھ کر اُن کی پہلی صفت یہی ہوگی کہ وہ محبت کی زندگی گزاریں گے، میں اُن سے محبت کروں گا، وہ مجھ سے محبت کریں گے۔

محبت کوئی اجنبی چیز تو نہیں، جانی پہچانی چیز ہے۔ اگر آپ پوچھیں کہ محبت کیا ہوتی ہے تو کوئی اس طرح بتا نہیں سکتا کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ لیکن کس کو ان میں سے ہر چیز کا تجربہ نہیں ہے۔ محبت جس سے ہوتی ہے اُسی کی طرف دھیان لگا رہتا ہے، اسی کا خیال رہتا ہے، اُسی کا نام زبان پہ رہتا ہے۔ اُس سے ملاقات کے لیے جو موقع مل جائے غنیمت ہوتا ہے۔ اگر پانچ

وقت مل جائے تو اس سے بڑھ کر محبت کرنے والے کی اور کیا سعادت ہوسکتی ہے؟ خود بلائے، دروازہ کھول دے، یہ تو اس کا بہت بڑا قرب دینے اور قریب کرنے کا اعلان ہے۔ جب اُس سے روبرو ملاقات کی گھڑی آئے تو اُس سے ملاقات کا شوق اسی محبت کی علامت اور نشانی ہے۔ پھر جو کام کریں اس طرح کریں کہ اُس کو خوش کردیں۔ انسان دُھن میں لگا ہو تو کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ خود ہی دُھن میں لگا رہتا ہے۔ دھیان اسی میں لگا رہتا ہے اور ایسے ایسے کام بھی کرتا ہے، جو محبوب نے فرض اور لازم نہیں کیے۔ جو فرض کیے وہ تو بجالاتا ہے مگر جو فرض نہیں کیے اُن کے پیچھے بھی لگا رہتا ہے کہ اس سے بڑھ کر تو قربت کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ کہاں سے، کس طرح، کون سا ایسا موقع مل

جائے، جس سے اُس کو خوش کردوں اور اس کے قریب ہوتا چلا جاؤں۔

یہ سب محبت کی وہ علامتیں ہیں، جو سب جانتے ہیں۔ دل میں ایک آگ لگ جاتی ہے اور اس آگ کے اندر سب تعلقات بھسم ہوجاتے ہیں۔ ایک ہی تعلق طاری رہتا ہے اور دل کے اوپر چھا جاتا ہے۔ یہ سب نشانیاں آپ جانتے ہیں۔ اس کی میزان میں رکھ کے آپ اپنے دل کو تول سکتے ہیں۔ اس کی ملاقات، اُس کا ذکر، اُس کی یاد، اُس کی رضا، اُس کی خوشنودی کی کوشش زندگی کے اندر کتنی ہے، خود اپنے اندر پیدا کریں، جو ساتھی آپ کے ساتھ چل رہے ہیں، دو ہوں، چار ہوں یا جتنے بھی، یہ لگن ان کے اندر پیدا کریں، آپ کا اور آپ کے کام کا نقشہ بدل جائے گا۔ وہی کام جو

آپ ٹہل ٹہل کر کرتے ہیں، وہ دوڑ دوڑ کر کریں گے۔ وہی زبانیں جو دعوت کے لیے نہیں کھلتیں، وہ کھلنے لگیں گی۔ اس لیے کہ پھر میں خود زبان بن جاتا ہوں۔ وہی پاؤں جواب نہیں اُٹھتے، وہ اٹھنے لگیں گے، اس لیے کہ وہ پاؤں میں خود بن جاتا ہوں۔ وہی ہاتھ جو کام نہیں کرتے، وہ کام کرنے لگیں گے اس لیے کہ وہ ہاتھ میں خود بن جاتا ہوں۔ یہی وہ مقام ہے جب آدمی دوڑ دوڑ کے اس کے لیے کام کرتا ہے۔ ایک مختصر سی دعا حدیث میں آتی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ ذَکَّارًا لَکَ شَکَّارًا لَکَ رَهَّابًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُطِیْعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاهًا مُّنِیْبًا۔ (ترمذی، عن ابن عباسؓ)

اے میرے اللہ، مجھے ایسا بنادے کہ تجھے بہت یاد کروں، تیرا

بہت شکر کروں، تجھ سے بہت ڈرا کروں، تیری بہت فرماں
برداری کیا کروں، تیرا بہت مطیع رہوں، تیرے آگے
جھکا رہوں، اور آہ آہ کرتا ہوا تیری ہی طرف لوٹ آیا کروں۔

یہ سب محبت کی تصویریں ہیں۔ ہر وقت خوب مجھے یاد کرو۔ ہر وقت میرا شکر کرتے رہو۔ خوف بھی ہو، محبت بھی۔ محبت اور خوف کا ایک دوسرے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دل ہر وقت دھڑکتا رہتا ہے۔ پتا نہیں کب یہ محبت چھن جائے۔ اس کا خوف ہوتا ہے کہ کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جو محبوب کو ناگوار گزرے۔ یہ کوڑے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ یہ خوف اس کا ہوتا ہے کہ نہ جانے کب کوئی ایسی چیز ہو جائے جس سے میرا محبوب، میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے۔ دوڑ دوڑ کر تیرے کام کروں۔ جو فرض نہیں ہیں وہ بھی کروں۔ لَكَ مُطِيعًا تیرا بہت مطیع رہوں اور لَكَ مُخْبِتًا اور

تیری طرف جھکا رہوں اور ہائے ہائے واہ واہ کر کے تیرے در پہ لوٹ آیا کروں۔

حبیب کے حبیبؐ نے فرمایا: اللہ سے اس لیے محبت کرا کہ اس کے انعامات تم پر بے پایاں ہیں اور مجھ سے اللہ کے لیے محبت کرو (ترمذی)۔ جو اللہ کا حبیب ہے، اللہ نے اس کو اپنے کام کے لیے بھیجا ہے۔ اُس کے ذریعے اُس نے ہم پر اپنی ساری نعمتیں تمام کر دیں۔ قرآن مجید، اپنا دین، اپنی ہدایت، اپنی جنت کا راستہ اور جہنم سے بچنے کا راستہ، سب کچھ اُنہی کے ذریعے ملا ہے۔ ان سے محبت کا تو یہ عالم تھا کہ لوگ نگاہ بھر کر دیکھ نہیں پاتے تھے۔ مجلس میں سناٹا رہتا تھا۔ وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے پاتا تھا۔ تھوکتے تھے تو چاہنے والے وہ بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ یہ بھی محبت کی

علامتیں تھیں۔ ان میں سے کوئی چیز فرض نہیں تھی۔ کسی چیز کا دین میں مطالبہ نہیں تھا۔ ایک آدمی آیا اور اس حال میں آپؐ سے ملا کہ آپؐ کے گریبان کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ عمر بھر باپ اور بیٹے نے اپنے گریبان کے بٹن بند نہیں کیے۔ دین کا کوئی مطالبہ نہیں تھا کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ ایک اور آدمی آیا اس نے دیکھا کہ آپؐ کی چپل کے تسموں پر بال ہیں۔ اُس نے ہمیشہ وہی چپل پہنے۔ ایک اور آدمی آیا اس نے دیکھا کہ آپؐ سالن میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے ہیں۔ اس کے ہاں کبھی کوئی سالن نہیں پکا، جس میں کدو نہ ڈلا ہو اور اس میں کدو کے ٹکڑے نہ تلاش کیے ہوں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی فرض نہیں تھی اور جو چیزیں فرض کیں، جن کا مطالبہ کیا، مکے کی گلیاں، عکاظ کے میلے، طائف کی وادی، بدر و حنین کے میدان۔ بھلا جو قمیض

کے بٹن بھی بند نہ کرتے ہوں، کدو کے ٹکڑے بھی نہ چھوڑتے ہوں آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ اِن میں پیچھے رہ سکتے ہیں؟ پھر انھوں نے اسپین سے لے کر چین تک سب کو بدر و حنین کا میدان بنادیا۔ جو کام قومیں ہزاروں برس میں کرتی ہیں، وہ کام انھوں نے سو برس میں کردیا۔ یہ اِسی محبت کا نتیجہ ہے۔ یہی محبت تو اُن کا سارا سرمایہ تھی۔ ہر دل میں محمد ﷺ کی محبت اور آپؐ کے دل کا ایک ٹکڑا آ گیا۔ ہر شخص چلتا پھرتا قرآن اور محمد ﷺ کی تفسیر بن گیا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کے آگے قوموں کی قومیں، شہروں کے شہر اور ملک کے ملک سپر انداز ہو گئے اور بچھتے چلے گئے۔ اس لیے کہ محبت فاتحِ عالم ہوتی ہے۔ اللہ کی محبت اور اس کے رسولؐ کی محبت یقیناً سارے عالم کو فتح کرلیتی ہے۔ آپؐ کے پاس اس کے سوا کوئی اور نسخہ نہیں تھا۔ نہ وعظ

تھے، نہ لٹریچر تھا اور نہ کتابیں تھیں۔ کچھ نہیں تھا، بس محبت کی تفسیر تھے، زندہ چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: پوچھ تو رہے ہو، کچھ تیاری بھی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ نماز روزے، بہت مشکل کام ہیں۔ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: جس سے محبت کرتے ہو اُسی کے ساتھ رہو گے۔ حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کی زندگی میں اس سے زیادہ خوشی کا کوئی دن نہیں دیکھا کہ جب یہ خوش خبری سنی کہ نمازیں بھی کم ہیں، روزے بھی کم، کوئی وسیع سرمایہ ساتھ نہیں ہے، بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ بشارت ملی کہ پھر تو قربت بھی ہے، ساتھ بھی ہے اور پاس بیٹھنا بھی ہوگا اور ملنا جلنا بھی

ہوگا۔ کسی نے کہا کہ آدمی محبت تو کرتا ہے مگر پہنچ نہیں سکتا۔ پہنچ نہ سکنا تو بہت بلیغ بات ہے۔ ۱۴سو برس کے زمانے کا فاصلہ ہے۔ مکان کا بھی فاصلہ ہے۔ بہت دور ہے جا نہیں سکتے۔ عمل کا بھی فاصلہ ہے کہ ہمارے عمل کی ان کے عمل کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ فرمایا کہ محبت تو ایسا نسخہ ہے کہ ساری دوریوں اور فاصلوں کے باوجود آدمی اُسی کے ساتھ جائے گا، جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حضور ﷺ کی محبت اور آپؐ کے پیچھے چلنا اللہ کی محبت کی کسوٹی ہے۔ یہ محبت کا سیدھا راستہ ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۱)۔ اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔" اگر اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو میرے پیچھے

پیچھے چلو اور میرے بن جاؤ، میرے نقشِ قدم پر چلو، جن راستوں سے میں گزرا ہوں، ان سب سے گزرو۔ اگر میں کہوں کہ مکّے کی گلیوں سے گزرو، عکاظ کے میلوں سے گزرو، طائف کی وادی سے گزرو اور بدر و حنین کے میدان سے بھی گزرو، تو ان سب مقامات سے بلا جھجک گزرو اس لیے کہ یہی محبت کا تقاضا ہے۔

اتّباع کے معنی اطاعت کے نہیں ہیں۔ اطاعت کا لفظ الگ ہے۔ اطاعت کے معنٰی تو کہنا ماننے اور حکم ماننے کے ہیں اور اتباع کے معنٰی پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ پیچھے پیچھے تو ہر آدمی چلا جائے گا، محبوب جدھر جائے گا اُس کے پیچھے جائے گا۔ جہاں وہ چلا ہوگا، اس کے پیچھے چلے گا۔ جو نقشِ قدم اُس نے چھوڑے ہوں گے اُنہی کو وہ پیار کرے گا انہی کے اوپر وہ اپنے قدم بھی رکھے گا۔ یہ

محبت بھی آسانی سے نہیں حاصل ہوسکتی۔ ایک واقعہ آپ نے بھی پڑھا ہوگا، میں نے بھی پڑھا ہے۔ پڑھ کے دل لرز جاتا ہے اور بڑی محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ غزوۂ احد کا واقعہ ہے کہ ایک صحابیؓ زخموں سے چور اور جاں بہ لب تھے۔ محبت میں یہاں تک پہنچ گئے۔ آپؐ کے پاس بھی لائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ دیں۔ لوگ تو بڑے دعوے کرتے ہیں محبت کے، لیکن حضورؐ کے قدموں کے نیچے آنے کے مقام تک پہنچنے کے لیے اس کیفیت میں ہیں کہ پورا جسم خونم خون، زار ونزار، جان لبوں پر ہے تو اس کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھا یا محبت میں یہ آرزو ہوئی کہ قدمِ مبارک چہرے کے اوپر ہوں۔ یہ آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔

وہ لوگ جو دین کے راستے پر ساتھ چل رہے ہیں، ان کے لیے اس میں بہت رہ نمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو باندھ لو، اس کے ساتھ جمالو، جم جاؤ، ناگواریاں بھی ہوں تو صبر اختیار کرو۔ وَلَاتَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج (الکھف:۲۸) ''اور اُن سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو'' نگاہیں ہٹنے نہ پائیں۔ یہی ساتھی سرمایہ ہیں۔ کچے بھی ہیں اور پکے بھی، گناہ گار بھی ہیں اور نیک بھی، پختہ بھی ہیں اور ناپختہ بھی ہیں۔ جو بھی ہیں ان میں سے ہر شخص ایک سرمایہ ہے۔ اچھے اخلاق والے بھی ہیں اور بداخلاق بھی۔ آ کے چادر کھینچ لیتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، طعنے دیتے ہیں پھر بھی وہ محبوب رہتے ہیں۔ عذر پیش کرتے ہیں وہ قبول کر لیے جاتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں تو معاف کر دیے جاتے ہیں اور سینے سے لگالیا جاتا ہے۔ کوئی مثال

نہیں ملتی کہ کوئی دھتکار کے باہر کر دیا گیا ہو۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن سے کام ہونا ہے۔ انھی کی تائید سے تو دین غالب ہوا۔ هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الانفال:۶۲) ''وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمہاری تائید کی۔'' یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الانفال:۶۴) ''اے نبیؐ، تمہارے لیے اور تمہارے پیرو اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ ہی کافی ہے۔''

یہ مومنین کی جماعت ہی تو ہے جس کی جدوجہد سے پورا کا پورا دین نافذ ہوگا، فتنہ مٹے گا اور دین کا کلمہ غالب ہوگا۔ ان میں سے تو ہر شخص بڑا قیمتی ہے۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کی قدر و قیمت کم کی جائے۔ ہر شخص کا دل اللہ کی یاد کا مسکن ہے۔ یہ تو خانۂ کعبہ سے

بھی زیادہ محترم ہے۔خانۂ کعبہ کیا ہے؟مٹی کا گھر ہے۔یہ تو گوشت کا دل ہے جو اللہ نے خود بنایا ہے۔جس میں وہ خود بستا ہے۔اس کی یاد بستی ہے۔اس کی محبت بستی ہے۔اس کا ایمان بستا ہے۔اس کی ناقدری کی جائے اور اس کو آدمی جھڑک دے،اس کو ایذا پہنچائے، اس کو تکلیف دے،اس کی پروا نہ کرے،اس کی برائی کرتا پھرے، اس کو گالی دے،اس کا مذاق اڑائے، یہ کیسے ہوسکتا ہے! اسی لیے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کو خوش کیا اُس نے مجھے خوش کیا۔جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ کو خوش کیا۔جس نے کسی مسلمان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔آپ بتائیے کہ اللہ اور اس کے رسول محبوب ہوں تو کیا اس کے بعد اب کسی ہدایت کی ضرورت ہے؟ یہ تو خود اپنی

جگہ پر کافی ہے۔ جب اللہ پیارا ہے، اللہ کے محبوبؐ پیارے ہیں تو
پھر اللہ کے کسی بندے کو کیسے تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے۔ کوئی ایسی
بات زبان پر کیوں آئے، جس سے اُس کو تکلیف ہو۔ جن کو ہم نے
آگے کھڑا کر دیا ہے وہ بھی اُسی طرح محبوب ہیں، اور جو ہمارے
پیچھے ہیں وہ بھی اسی طرح محبوب ہیں۔ اب کوئی آگے چلنے والا یہ حق
تو نہیں رکھتا کہ وہ کہہ سکے کہ میں تمہاری جان، مال، والدین سب
سے زیادہ پیارا ہوں۔ یہ مقام تو صرف اللہ کے رسولؐ کے لیے ہے
لیکن اِسی کا کچھ حصّہ کہیں نہ کہیں تو آئے گا جس سے جماعتیں
مضبوط ہوں گی اور ہم ایران و روم فتح کرنے کے قابل ہوں گے۔

خشک احتساب جماعتوں کو صحیح تو رکھ سکتا ہے، مگر ان کے
اندر سیلاب کی وہ قوت نہیں پیدا کر سکتا کہ دنیا کے اوپر چھا جائے۔ یہ

سیلاب کی قوت تو محبت ہی پیدا کر سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رحما کی مثال دی ہے، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:۲۹) ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔'' اس کا نتیجہ تھا کہ وہ بیج کونپل بنی، درخت بنا اور پھر تناور درخت بن گیا۔ آپس کی محبت اور رحمت پر مبنی اس کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں محبت کے سیمنٹ سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہی جماعت اس قابل ہے کہ اس کا ننھا منا بیج تناور درخت بن جائے۔ عام انسان، جس کو اللہ نے پیدا کیا، گوشت پوست کا انسان، جس کے اندر اس نے اپنی روح پھونکی ہے (نفختُ فیه من روحی)۔ ہر انسان جو گناہ گار ہے، اس کا گناہ آپ کو کتنا ہی ناپسند کیوں نہ ہو،

نفرت کا مستحق نہیں ہے۔ گناہ گار بھی آتے تھے، جانی دشمن بھی آئے، چچا کا کلیجہ چبانے والے بھی آئے، مکے کے پورے ۱۳ سال گالیاں دینے والے، راہ میں کانٹے بچھانے والے بھی آئے، مرد بھی آئے، عورتیں بھی آئیں، بیٹی کے اوپر برچھا مارنے والا بھی آیا، جس کے نتیجے میں ان کا اسقاط حمل ہو گیا، سب کو گلے سے لگا لیا اور سب سے کہا کہ آؤ آج سے تم میرے بھائی ہو اور وہی پھر قوت بن گئی۔ فرمایا: بھوکے کے پاس جاؤ تو اپنے رب کو وہاں پاؤ گے۔ تم اسے کہاں تلاش کرتے پھرتے ہو؟ پیاسے کے پاس جاؤ تو مجھے وہاں پاؤ گے، اور بیمار کے پاس جاؤ تو مجھے وہاں پاؤ گے۔ تم مجھے کہاں تلاش کرتے ہو؟ مجھے بندوں میں تلاش کرو۔ ان کے پاس جاؤ گے، ان سے محبت کرو گے تو پھر وہ تمہارے ہو جائیں گے اور تم ان کے ہو جاؤ گے۔

میرے بھائیو اور دوستو! یہ بنیادی سبق ہے۔ یہ دین کی بنیاد ہے۔ حمد کا کلمہ بھی محبت کا کلمہ ہے۔ شکر اور تعریف محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور محبت تو شکر کے بیج سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا آغاز بھی اسی کلمے سے فرمایا: الحمد لله۔ اور جب دین تکمیل تک پہنچ گیا تو پھر فرمایا: فسبّح بحمد ربك۔ شکر ہی تو محبت کا بیج ہے۔ اِسی سے محبت کا درخت پھوٹتا ہے، اس کی شاخیں نکلتی ہیں، پتے آتے ہیں، پھول کھلتے ہیں، پھل نکلتے ہیں۔ یہ دین کی بنیاد ہے، ایمان کا تقاضا ہے۔ ایمان کی راہ عشق و محبت کی راہ ہے اور اسی سے یہ منزل آسان ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نسخہ میں نہیں جانتا۔

میں پھر اپنی بات دُہراؤں گا کہ تم اگر اس معیار پر پورے

نہیں اترو گے تو پھر تمہارے ہاتھوں سے یہ کام نہیں ہوگا۔ پھر اللہ دوسرے لوگ لائے گا۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ (المائدہ:۵۴) ''وہ دوسری قوم لے کر آئے گا۔'' اور اس گروہ کی پہلی خصوصیت ہی ہوگی کہ وہ اللہ کی محبت کے نشے میں سرشار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہوگا۔ اس کے بعد سارے کام آسان ہوں گے، دین غالب ہوگا، پھر زندگی ٹھکانے لگے گی۔ پھر تھوڑے عمل سے بھی بڑے بڑے نتائج پیدا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ سب کو اسی محبت کا حصہ عطا فرمائے۔